ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

صبا اکرام کی شعری کائنات

(سورج کی صلیب کے خصوصی حوالے سے)

[1]Dr. Muhammad Amjad Abid, [2]Fouzia Shehzadi, [3]Saeed-Ur-Rehman, [4]Naila Akhter

ABSTRACT:

Poetry is an ambassador of man's emotions and feelings and in poetry ghazal is such a genre in which all types of ideas could become the topic of a ghazal. Saba Ikram is a famous poet whose poetry represents crude realities of life. 'Suraj ki Slab', is collection of his ghazals and after reading it one comes to know that there's impact of external circumstances on him. His poetry paves way to the reader's different paths of life to tread by showing that he is in harmony with the ups and downs of life. The researcher has tried to find out after cortically analyzing 'Suraj ki Slab', that the poet is perplexed on the present mechanical life that it has turned today's man into good for nothing and penniless. But Saba Ikram, through his ghazals, has brought man to the full extent from the dark hopelessness to hopefulness.

Key Words: *Poetry, Feelings, Realities, Suraj ki Saleeb, Ghazal, Hopelessness, Hopefulness*

کلیدی الفاظ: شاعری، احساسات، حقائق، سورج کی صلیب، غزل، ناامیدی، امید

اصناف شاعری میں قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، واسوخت، ریختی، شہر آشوب، غزل، نظم آزاد، پابند نظم، نظم معرا، گیت وغیرہ شامل ہیں لیکن موجودہ دور میں جن اصناف کو زیادہ پذیرائی حاصل ہے ان میں غزل اور نظم ہی ہیں۔

امیر خسرو غزل کے پہلے شاعر ہیں اس کے بعد قلی قطب شاہ نے پہلا دیوان لکھا۔ غزل کے جو بڑے بڑے شعرا میں میر تقی میر، مرزا غالب، غلام ھمدانی، مصحفی، قلندر بخش، جرأت، خواجہ میر درد، حسرت موہانی، یاس یگانہ چنگیزی، علامہ محمد اقبال، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، منیر نیازی شامل ہیں اور اسی طرح غزل کی یہ کڑی صبا اکرام سے ملتی ہے۔ جو ایک منفرد غزل گو کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انھوں نے غزل بھی لکھی ہے اور نظم میں بھی نام کمایا ہے۔

---

[1]Assistant Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore
[2]Ph.D Urdu (Scholar), Department of Urdu, G.C University, Faisalabad
[3]Mphil Urdu, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

[4]Mphil Urdu, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

یوں محسوس ہوتا تھا کہ ادبی دنیا میں غزل اور نظم ایک ساتھ چل رہے ہیں لیکن عصر حاضر میں نظم کا چرچا زیادہ ہے۔ عہد حاضر کے نظم گو شاعروں میں عبد الرشید، نصیر احمد ناصر، تبسم کاشمیری، رفیق سندیلوی، جواز جعفری، عبد العزیز خالد، اختر الایمان، فہمیدہ ریاض، حبیب جالب، افتخار عارف اور صبا اکرام بہت اچھے شاعر ہیں۔

صبا اکرام کراچی کے ایک نامور شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں غزلیں اور نظمیں دونوں شامل ہیں۔ ان کی شاعری ایک انتہائی حساس شاعر کی ان مختلف قلبی وارداتوں کو پیش کرتی ہے جن سے وہ خود دوچار ہوئے۔ اور یقیناً ان کا ذائقہ کڑوا تھا۔ اس طرح ان کے سامنے ایک ایسا آئینہ تھا جس نے ان کو ہمیشہ پریشان رکھا۔ جب کسی شاعر کا دل اور اس کا کلام دو آئینوں کی صورت میں ایک دوسرے کے روبرو ہونگے تو پھر علامتی معنوں کا ایک سلسلہ وجود میں آجاتا ہے۔ صبا اکرام کی شاعری میں بھی یہی سلسلہ ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر وہاب اشرفی کہتے ہیں:

> "صبا اکرام پاکستان کے ایک فعال اور متحرک شاعر و ادیب ہیں جن کے مضامین توجہ سے پڑھے جاتے ہیں اور جن کی شاعری بھی قابل لحاظ سمجھی جاتی ہے۔ میں نے اپنی کتاب "تاریخ ادب اُردو" جلد سوم میں ان کی بابت چند امور درج کیے ہیں جو ان کی تفہیم میں کافی ہے۔ انھوں نے ابتدا میں لکھا ہے کہ صبا اکرام بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں۔ انھوں نے ابتدا میں زیادہ غزلیں ہی کہیں لیکن آج کے تقاضے کے تحت وہ زندگی کی گوناگوں کیفیتوں کو بہتر طور پر نظموں میں پیش کر رہے ہیں۔ اب وہ نظموں کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ ان کی نظموں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ آج کی سائنسی دنیا کے کچھ گوشے اس طرح ابھارنا چاہتے ہیں کہ ان کے اثرات جو کچھ ہماری زندگی پر پڑ رہے ہیں وہ سامنے آجائیں۔" (۱)

مندرجہ بالا اقتباس سے پتہ چلتا ہے کہ صبا اکرام کو پہلے غزل لکھنے کا شوق تھا آہستہ آہستہ یہ مدھم ہو گیا اور پھر انھوں نے نظم کہنا شروع کر دی اور انھوں نے عصر حاضر کو موضوع کلام بنایا ہے۔ ان کی زندگی چونکہ مشکلات کا گھر تھی اس وجہ سے یہ ساری شدت ان کی شاعری میں موجود ہے۔

صبا اکرام نے شاعری کی دو کتابیں "سورج کی صلیب" اور "آئینے کا آدمی" تصنیف کیں۔ ان دو کتابوں میں صبا اکرام نے زندگی کے ہر موضوع کو سمو دیا ہے۔ اس مضمون میں ان کی شعری تصنیف "سورج کی صلیب" کا مکمل تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

صبا اکرام کی یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں دبستان جدید کراچی سے شائع ہوئی۔ شاعر نے اس کتاب کا انتساب اپنے مرحوم والدین کے نام کیا ہے۔ اس کتاب کا فلیپ شمس الرحمن فاروقی نے جبکہ پیش لفظ ڈاکٹر وزیر آغا نے لکھا ہے۔ اس مجموعہ میں صبا اکرام نے غزلیں اور نظمیں دونوں شامل کی ہیں۔ اس میں چودہ نظمیں اور بتیس غزلیں ہیں اور کل صفحات ۶۹ ہیں۔ نظموں کی نسبت غزلوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس طرح ہم یقیناً یہ کہہ سکتے ہیں کہ صبا اکرام کو ابتدائی دور میں غزلوں سے زیادہ شغف تھا اور ان کی غزلوں میں جدید رنگ و آہنگ ہے۔ جس میں عصری مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ اس کے فلیپ پر شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں:

> "صبا اکرام نے دو ہجرتوں کا المیہ جھیلا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے کلام میں بے زمینی کی پیدا کردہ مایوسی اور تلخی کا شائبہ تک نہیں۔ وہ اپنی بات متین اور تقریباً دبے لفظوں میں کہتے ہیں۔ انھوں نے عمر میں اپنے سے کچھ بڑے معاصرین کا اثر ضرور قبول کیا ہے۔لیکن یہ اثر ان کے کلام میں اس طرح نفوذ کر گیا ہے کہ انہیں کسی کا مقالہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ صبا اکرام نظم اور غزل دونوں میں یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ نظم میں ان کے امکانات زیادہ روشن ہیں۔مجھے یقین ہے کہ ان کا یہ مجموعہ اہل نظر کے یہاں اعتبار پائے گا۔" (۲)

صبا اکرام نے اپنی کتاب "سورج کی صلیب" کے آغاز میں اپنا ایک بہت ہی خوبصوت شعر لکھا ہے جو موضوع سے مطابقت رکھتا ہے۔

صلیب ہر گو کہ ایک لمحے کی داستان تھا

کئی صدی تک کہانیوں میں کہا گیا ہوں

اس میں کوئی شک نہیں کے انسان کی تخلیق کا سارادار و مدار ذہن پر ہے۔ اس کے باوجود ہم کسی فنی تخلیق کو صرف ذہن کا کارنامہ نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ ان خارجی عناصر کو بھی مد نظر رکھنا ہو گا جو کسی فن کے لیے اصل محرک ہوتے ہیں۔ چونکہ ذہن اور خارجی ماحول سے مل کر ہی کوئی اچھا فن پارہ وجود میں آ سکتا ہے۔ شاعری کو فنون میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اس کی خصوصیت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ماحول اور معاشرتی حالات کو بدلنے میں شاعری جو کردار ادا کرتی ہے اس کی مثال کسی اور فن میں نہیں مل سکتی۔ اسی طرح شاعری ہی یہ کام کر سکتی ہے کہ انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔ بعض لوگوں کے ہاں شاعری فکر اور خیال کا سادہ سا کھیل ہے جو زیادہ اہمیت نہیں رکھتا حالانکہ حقیقت میں ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

شاعری تو ایک بڑا پیچیدہ عمل ہے جو ہمارے جذبات اور احساسات کا انخلا کرتا ہے۔ شاعر معاشرے پر گہری نظر رکھتا ہے اور گہرے اثرات حاصل کرتا ہے اور اس کے رد عمل کے طور پر شاعری میں ان جذبات کا اظہار کرتا ہے جو اس کے لیے تحریک ثابت ہوا۔ شاعری میں داخلیت اور خارجیت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے اور یہی وہ عمل ہے جو شعر و ادب کو با معنی اور با عمل بناتا ہے۔ اگر ہم شاعری کو صرف دلی جذبات کی اختراع مان لیں تو وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ پاتی کیونکہ اس طرح وہ خارجی حالات سے قاصر رہے گی۔ اس سلسلے میں پروفیسر اظہر قادری لکھتے ہیں:

> "صبا اکرام کے مجموعہ "سورج کی صلیب" کے مطالعے سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ خارجی حالات سے انھوں نے بھی خاطر خواہ اثر قبول کیا ہے۔ ان کو ایسے حالات سے گزرنا اور ایسے واقعات کو سہارنا پڑا ہے جو غلط یا صحیح تاریخ کے ایک خاص عمل کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں۔ بے زمینی کا ایک احساس تو میرؔ کے عہد میں پیدا ہوا تھا دوسرا ۱۸۵۷ء اور تیسرا احساس بے زمینی ہمارے موجودہ عہد کا نہایت کرب ناک واقعہ ہے۔"(۳)

جب بے یقینی، پریشانی اور کرب کے حالات ہوں تو اکثر مایوس لوگ خارجیت کو چھوڑ کر داخلیت کی راہ اپنا لیتے ہیں جس طرح میرؔ کے دور میں جب نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی نے حملہ کیا تھا تو لوگ عیش پرستیوں کو چھوڑ کر اندرونی کرب کا شکار ہو گئے اور داخلیت ان کی شاعری کا اہم جزو بن گئی۔ صبا اکرام بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے پھر ہجرت کی۔ اس طرح صبا اکرام دو ہجرتوں کا المیہ برداشت کر کے جس مقام تک پہنچے ہیں وہاں بے یقینی، مایوسی اور بے دلی کا دل میں گھر کرنا کوئی عجیب بات نہیں۔ دوسرے شاعروں کی طرح بے گھر ہونے کا ذکر ان کے ہاں بھی کثرت سے ملتا ہے۔ ناصر کاظمی کے ہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ لیکن صبا اکرام کی شاعری میں یہ چیز جس حد تک کار فرما ہے پھر بھی ان کی آواز میں پچھتاوے کا کوئی عنصر نہیں ہے۔ بلکہ ایک تاثر پیدا کر کے اپنے گھروں میں بیٹھنے والوں کو چوکنا کرنے کا کہتے ہیں۔ ان کی غزل کے کچھ اشعار دیکھیں:

ہوا نصیب بنایا، سفر لکھا اس نے
تمام عمر پھروں در بدر لکھا اس نے
تمام شہر پہ بے نام خوف طاری ہے
یہ جن کا بھوت کا کس کا اثر لکھا اس نے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

اب آئے خوف سا گھر کے خیال سے مجھ کو

غموں کے قصّے کا ایک اک سطر لکھا اس نے [۴]

اس مجموعے میں صبا اکرام نے "سورج کی صلیب" کے نام سے کتاب کا عنوان بھی مقرر کیا اور پہلی نظم بھی اس نام سے ہے جو بہت علامتی معنی لیے ہوئے ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

سیہ رنگ چادر تنی رات کی جس پہ

تاروں کے پیوند کے آئینے جگمگائے

مصائب سے آزاد لمحوں میں وہ اور میں

دونوں ایک دوسرے سے ملے مسکرائے [۵]

جب صبا اکرام کے مجموعے "سورج کی صلیب" کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کی نظموں کے موضوعات بہت منفرد ہیں۔ نظموں کے کچھ نام دیکھیں جیسے آئینے کا آدمی، جنم بھومی کے لیے نظم، اگنی پرکشا، ستیہ، قصہ نئی لکیروں کا، جنگی قیدیوں کے کیمپ میں ایک عید، نسل بے چہرگاں، قاتل، لچھمن ریکھا، سیلاب کے بعد، جیل جزیرہ، زہر ہی زہر کی دوا، سمندر کا اگلا ہوا جھاگ وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جن میں ہندی لفظوں کا بھی استعمال ہے اور ہندو کرداروں کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ صبا اکرام کی زندگی میں حالات اچھے نہیں تھے اور پریشانی نے انہیں رسوا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح ان سب کے اثرات ان کی شاعری میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے پیش لفظ میں ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> "صبا اکرام کی غزلوں اور نظموں کا مطالعہ کرتے ہوئے کتنی ہی بار میری چشم تصور کے سامنے ایک ایسی بے پتوار ناؤ کی تصویر ابھری جو جہت اور سمت سے نا آشنا محض لہروں کے زیرو بم پر سفر کر رہی تھی اور جس کا سایہ شفاف پانی کے اندر بہت دیر تک اترا ہوا نظر آ رہا تھا۔ یہ امیج صبا اکرام کی شاعری اور اُس کی زندگی کی ہم آہنگی پر بھی دال ہے۔ کیونکہ صبا کی زندگی میں بار بار اکھڑنے یعنی Uproot ہونے کا المیہ اُبھرتا رہا ہے اور یہی المیہ اس کی شاعری میں جڑوں کے کٹنے کا منظر پیش کرتا ہے بلکہ صبا اکرام کی شاعری کامطالعہ کرتے ہوئے مجھے تو یہ بھی محسوس ہوا ہے کہ اس کے ہاں بے پتوار کی ناؤ، ناؤ نہیں ہے بلکہ بیخ و بن سے اکھڑا ہو ایک درخت ہے جسے کسی چیختے ہوئے طوفان نے لہروں کے سپرد کر دیا ہے اور اب سمت نا آشنا لہریں اسے ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہیں۔" [۶]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

صبا اکرام کی شاعری میں نیچر سے محبت کو ظاہر کیا گیا ہے اور ان کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں۔ مثلاً پیپل، آئینہ، ہتھیلی، مٹی، گھر، پتھر اور کھیت وغیرہ ان کی وطن سے محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ انھوں نے ان تمام چیزوں کو پہلے تصویر میں ڈھالا ہے اور پھر ان کے علامتی مفاہیم ادا کیے ہیں۔ صبا اکرام لکھنے کا فن جانتے ہیں۔ انھوں نے نظموں میں جدید نظموں کے تجربات کیے ہیں۔ ان کی شاعری ایسے احساسات کی واردات کو پیش کرتی ہے جو زمانے کے روبرو آنے سے ان کو محسوس ہوئی ہیں۔ انھوں نے یادوں کا رونا بھی رویا ہے۔ حالات میں ردوبدل ان کی شاعری کا انتہائی اہم موضوع ہے۔ ان کی ایک نظم "جنم بھومی کیلیے ایک نظم" ملاحظہ ہو:

بچھڑی ہوئی گلیوں کی
یادوں کا وہ میٹھا ذائقہ
احساس کے ہونٹوں پہ اپنے
میں لیے در در پھرا
مٹی کی سوندھی باس
صحرا میں متاع جان تھی (۷)

یہاں پر صبا اکرام اپنی ماضی کی حسین یادوں کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔ جو ان کی زندگی کا سنہری حصہ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے جب اسے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا ہے۔ انسان پر حالات کا زلزلہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی نظم میں آگے جا کر بیان کرتے ہیں کہ آج کل کے دور میں اتنے جرم ہو رہے ہیں اور اخباروں میں اتنے چٹکلے دار مکالمے اور خوفناک خبریں ہوتی ہیں کہ قرآن کی آیتیں ہوں یا گیتا کے اشلوک ان کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے۔

اس کے علاوہ ان کے ہاں بہت سے ایسے اشعار ہیں جو زندگی کے کسی نہ کسی راستے کا پتہ دیتے ہیں۔ صبا اکرام کی شاعری اور ادبی کارنامے تقریباً چار دہائیوں پر مشتمل ہیں۔ لیکن شعری مجموعوں میں اب تک صرف دو مجموعے ہی ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ان کا سارا سرمایا جو بھی بکھرا پڑا تھا ان دو کتابوں کی صورت میں جمع کیا گیا۔ ان کے مجموعہ "سورج کی صلیب میں ساری نظمیں آزاد ہیئت میں لکھی گئی ہیں۔ ان کی نظموں اور غزلوں میں اس قدر خوبصورتی ہے کہ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صبا اکرام خالص نظم

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

کے شاعر ہیں یا غزل کے۔ ان کی نظموں اور غزلوں میں کچھ جگہ پر خامیاں بھی نظر آتی ہیں مگر شاید شاعر کے ہاں یہ خامیاں خوبیوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ انھوں نے معاشرے میں پائی جانے والی برائیوں کو بھی ظاہر کیا ہے۔ اس حوالے سے ان کی ایک نظم "ستیہ" دیکھیے:

شہناز کے ننگے بدن پر
داغ پیلے زہر کا
مربوم کی گردن پہ
شہوت کی سیہ بلی کاٹے کا نشاں
طوفان زدہ ساحل پہ
ننگی لاش کی تصویر ہر اخبار میں
بھوکی نظر میں ڈائنوں کا عکس ہے
سب رشتے ناطے جھوٹ ہیں
ماں اور بیٹی کچھ نہیں
چہروں کا سارا کھیل ہے
چہرے کو تم بھی ڈھانک لو
چہرے کو ہم بھی ڈھانک لیں (۸)

مندرجہ بالا اشعار سے معاشرے کی بے حسی اور ہولناکی ہمارے سامنے آتی ہے کہ یہاں کے رشتے ناطوں کی کوئی پروا نہیں کرتا اور معاشرے کے لوگ دہرا پن رکھتے ہیں اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہوتے ہیں۔ خونی رشتے بھی پرایا پن پیش کر رہے ہیں۔ کسی پہ کوئی اعتبار نہیں رہا۔ ہر کوئی اپنے مطلب کے لیے تعلق قائم کرتا ہے۔ کسی کی بقا کے لیے کوئی انسان بھی قدم نہیں لیتا۔ اس طرح ہمارے معاشرے کی اقدار بگڑ چکی ہیں۔ آج کے معاشرے پر اس شعر میں بھرپور طنز ملتی ہے۔ جہاں لوگ عزیزوں اور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

دوستوں سے کترا کر گزر جاتے ہیں۔ یہ سب ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔ جہاں برائیاں ہمارے معاشرے سے شرمندہ نہیں ہیں۔ بلکہ معاشرہ خود ہی اس کی تصویر پیش کر رہا ہے۔

صبا اکرام کی شاعری کے پہلے مجموعے میں ہی ارادے میں پختہ پن نظر آتا ہے۔ لگتا ہے ان کو زمانے کے بارے میں کافی تجربات ہیں۔ زمانے کے دُکھ اور غم اس کے دل و دماغ سے گزرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں زمانے کا غم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ زمانے کی ایک طرز یہ بھی ہے کہ ایک شخص کا گناہ کسی اور کے سر بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ بے گناہ مظلوم شخص انصاف کے لیے در در پھرتا ہے مگر اس کو کہیں بھی انصاف نہیں ملتا۔ اسی حوالے سے صبا اکرام کی ایک نظم "اگنی پرکشا" ملاحظہ ہو:

اور ہر شب اِسی آگ سے
اب گزرتا ہوں میں
اَن کئے پاپ کی
یوں سزا کاٹتا ہوں
کہ شاید کسی صبح
شیشے کو دیکھوں
تو ماتھے پہ میرے یہ کالک نہ ہو (۹)

صبا اکرام نے جدید شعرا میں اپنے آپ کو منوایا ہے۔ انھوں نے جو نظم لکھی ہے اس میں جدید تقاضوں کے عین مطابق بات کی ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں سب کچھ صبا اکرام کی شاعری میں ہمیں مل جاتا ہے۔ کلاسیکی دور میں غزل کو عروج حاصل تھا اور نظم کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ لیکن بعد میں ہم دیکھتے ہیں کہ شعرا جس آزادی سے نظم میں اظہار خیال کرتے ہیں غزل ان کے لیے موزوں نہیں ہے۔

صبا اکرام کی ایک نظم "سیلاب کے بعد" میں انھوں نے برسات کے موسم کی منظر کشی کی ہے اور اس نظم میں علامتی انداز اپنایا گیا ہے۔ بارش کے قطروں کے لیے علامتی طور پر بھیڑیوں کا استعمال کیا گیا ہے کہ کس طرح سیلاب گزرا تو کھیتوں کا سندور بھی بہا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

کر لے گیا کہ طوفاں کہر کی طرح نازل ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے سب چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ ایک کبوتر جو مسجد کے گنبد کو دیکھتے ہی دیکھتے ڈوب جاتا ہے اس کے بر عکس ایک اور نظم "جیل جزیرہ" میں بتایا گیا ہے کہ بعض اوقات انسان اپنے احساس کی جیل میں چلا جاتا ہے جو اصل جیل سے زیادہ خطرناک ہے۔ جس طرح ایک انسان کوئی گناہ کر کے جیل میں چلا جاتا ہے تو اس کو پھر ماضی کی یاد ستاتی ہے۔ آزادی کی وہ انجمنیں یاد آتی ہیں جو مسرت میں گزری تھیں۔ اسی طرح صبا اکرام نے اس جیل کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اصل جیل انسان کا خود اپنا نفس ہے جس کا انسان غلام ہو جاتا ہے۔ جب اس کی جیل میں چلا جائے تو رہائی مشکل ہو جاتی ہے۔ بظاہر تو انسان آزادی محسوس کرتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ صبا اکرام کی شاعری کا ایک خاصہ ہے کہ آپ تمثیلی انداز میں ہی زندگی کی حقیقتوں کو بیان کرتے ہیں۔

ان کی نظم "نسل بے چہرگاں" میں بھی عجیب سی کیفیت پائی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان اپنی پہچان بھول چکا ہے۔ عارضی زندگی کی تبلیغ بھی اس میں کی جا رہی ہے کہ انسان کی خوبصورتی چند دنوں کے لیے ہوتی ہے۔ آخر کار یہ ساری جوانیاں ڈھل جاتی ہیں جس کی بدولت انسان کے چہرے کی اصلی حالت جاری نہیں رہتی۔ انسان دنیا میں آتا ہے عروج پاتا ہے، شہرت حاصل کرتا ہے پھر اس کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملتا ہے۔ اس طرح یہ ساری رونقیں چھوڑنا پڑتی ہیں۔ ان کی ایک نظم "بچھمن ریکھا" ملاحظہ کریں جس میں بتایا گیا ہے کہ بعض اوقات انسان اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ پیچھے مڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

یہاں میں دور سے
ان سر مئی لہروں کے پیچھے بھاگ کر
آیا تھا
لیکن اب میرے تلوؤں کو
چکنی کاٹتی ہے
یہ مخملی نرمی بھی چبھتی ہے
اگر میں لوٹنا چاہوں تو رستے میں
وہی دھندلی ہتھیلی کی لکیریں ہیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

وہی لچھمن کی ریکھا ہے[۱۰]

چونکہ شاعری جذبات و احساسات کے جمالیاتی اظہار کا نام ہے۔ اس معیار پر آپ کی شاعری بالکل پوری اترتی ہے۔ صبا اکرام کی نظموں میں پاکستانی شاعری کی شعریت اور ہندوستانی شاعری کی شعریت کا امتزاج ملتا ہے۔ نظمیں رواں دواں اور تہہ دار ہیں ان کی نظموں میں تصویر کشی، منظر کشی اور پیکر تراشی کے نمونے جابجا ملتے ہیں۔ ان کی نظموں کے اندر اتنی گہرائی ہے کہ قاری کو اتنی جلدی سے سمجھ نہیں آتیں بلکہ قاری کافی غور و فکر کے بعد ہی اس کو سمجھنے میں کامیابی حاصل کرتا۔

تنہائی کا جم گھٹا صبا اکرام کے گھر کا مقدر رہے۔ ناصر کاظمی کی طرح اس کا دل بھی اداس اور تنہائی سے لبریز ہے۔ آپ گھر میں تنہائی کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں:

سایہ تنہائی کا شب بھر گھر کی نگرانی کرے
ناگ پھن کاڑھے ہوا دل کی نگہبانی کرے
دل کا ہر احساس مانگے مجھ سے پیکر شعر کا
جامہ لفظوں کا طلب معانی کی عریانی کرے
لاکھ سمجھاؤ چلے پہچانے رستے چھوڑ کر
یہ صبا اکرام تو سب اپنی من مانی کرے[۱۱]

صبا اکرام یہ سمجھتے ہیں کہ جو آج کل کا مشینی دور ہے اس نے انسان کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ لوگوں کو نکما اور بے روزگار کر دیا ہے۔ ہم ان کی رائے سے متفق ہوتے ہیں کیونکہ جو انھوں نے کہا ہے ہم آج کل ان مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہمارا دل، ضمیر اور احساسات مردہ ہو رہے ہیں۔ دل کی موت کا پہلا مرحلہ وہ تھا جب گل و بلبل، شمع و پروانہ کی تخیلانہ شاعری کا اختتام ہوا تھا۔ المیہ اور بانکپن بھی ہماری دسترس میں نہ رہے۔ اگر ہم انیسویں صدی کی بات کریں تو اس دور میں اصل شاعری ختم ہو رہی ہے۔ اگر ہے بھی تو وہ شعری نثریت سے بھرپور ہے اور ہماری شاعری میں وہ جذبات و احساسات نہیں رہے جو رومانویت کو جنم دیتے ہوں۔ احساس کی تھکاوٹ تجزیے کی یکسانیت سے آئی اور الفاظ کی تھکاوٹ اس احساس کی ہمہ گیری اور صداقت کی دلیل ہے۔ آج کل کا انسان مایوس

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

ہے۔عالمگیر حقیقت کو دیکھا جائے تو انسانیت کی قدر کی جگہ ظلم و ستم فراڈ اور بے یقینی نے جنم لیا ہے۔ذات اور کائنات میں جمود کی کیفیت طاری ہے اور اس جمود کو توڑنا بے حد مشکل کام ہے۔ آج کل کے مایوس انسان کو امید کی طرف لانے کی مکمل کوشش صبا اکرام نے کی ہے اور رجائیت کا خاکہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ ان کی شاعری میں موجودہ دور کا احساس ہے جو معاشرے کے انسان کے لیے ترقی کی منازل کی طرف رجحان کو بڑھاتا ہے اور جمود کا خاتمہ کرتا ہے۔

صبا اکرام کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے لفظوں کے جامے سے ہی عبارت میں حسن پیدا کیا ہے۔ موجودہ دور کی الم ناکیوں سے جس طرح انھوں نے اثر قبول کیا ہے اور جذبات کو لوگوں میں جس طرح ابھارا ہے اس سے لگتا ہے کہ جمود میں لرزش شروع ہو جائے گی۔ انھوں نے وقت حاضر کا رونا بھی رویا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

تیرگی میں پیڑ بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے
وقتِ شب لمحے سفر کے کتنے بوجھل ہو گئے
خواہشوں کے کھیت تھے پیاسے بھری برسات میں
اور جب سوکھے کی رت آئی تو جل تھل ہو گئے
تھک گیا سورج بھی میرے گھر کا رستہ ڈھونڈ کر
میرے آنگن میں گھنیرے شب کے پیپل ہو گئے (۱۲)

ان اشعار میں واضح ہوتا ہے کہ صبا اکرام کے دل میں بے شمار خواہشات ہیں۔ مگر ضروری نہیں کہ وہ ساری پوری ہوں۔ ہوتا ایسا ہی ہے کہ انسان اچھا بھلا ہنستا کھیلتا ہے مگر جب خوشیوں کو نظر لگ جائے تو پھر پریشانیوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

معاشرے کی ناانصافیوں نے صبا اکرام کی شاعری پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ انھوں نے پہلے دو ہجرتوں کا غم سہا۔ اس کے بعد دنیا بھر کے غم اس کے معصوم سینے کو جلاتے رہے ہیں۔ انھوں نے یہ سارے احساسات نظم اور غزل کے ذریعے سے عام انسانوں تک پہنچائے ہیں۔ غزل میں ان کی مہارت کمال کی حد کو چھو رہی ہے۔ ان کی غزلوں کے اندر نغمگی اور نئے لفظوں کا استعمال ہے۔ انھوں نے کلاسیکی طرز کا صرف ایک آدھ شعر ہی لکھا ہو گا۔ ورنہ مکمل شاعری جدید طرز کو اپنائے ہوئے ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

انھوں نے نئی نئی علامتوں کا استعمال کیا ہے۔ پہلے شاعروں میں صرف میر اجی ہی ایسے شاعر ہوں گے جن کے ہاں ایسی علامتیں ملتی ہیں۔ اس کے بعد صبا اکرام کی غزلوں اور نظموں میں ہم دوبارہ علامتوں کی جھلک دیکھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر محمد رضا کاظمی:

> "صبا کی غزلوں میں جو جدید لفظیات اور بھاشا آمیز بیان کا استعمال پایا جاتا ہے وہ ان کی شعری نسل میں عام ہے۔ غزل میں جو تجربات ہو رہے ہیں وہ اسے ایک طرف نظم اور ایک طرف گیت سے قریب کرتے جا رہے ہیں۔ پھر بھی صبا اکرام کی غزلوں میں مظاہر فطرت جس کثرت سے آئے ہیں وہ اب بھی غزلوں میں عام طور سے نظر نہیں آتے۔"(۱۳)

صبا اکرام کی شاعری دیکھ کر ایسے لگتا ہے کہ انھوں نے فطرت کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان کے اندر دھرتی پوجا کی مثالیں ملتی ہیں۔ میر اجی کی طرح انھوں نے ہندوستان کی اساطیر کو پیش کیا ہے اور اسی کو اپنے وطن کی شان بتایا ہے۔ انھوں نے ہندوازم کے کافی کرداروں کو استعمال کیا ہے اور اپنی باتوں کو علامات کی نظر کیا ہے۔ وہ ہر چیز کے درد کو اپنا درد سمجھ لیتے ہیں ان کے نزدیک غم ایک ابدی بیماری ہے جو مرنے تک ہمارا ساتھ دیتی ہے اور معاشرے کا رویہ بھی سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا ہے۔ صبا اکرام کو تنہا رہنا بھی اچھا نہیں لگتا۔ لیکن جب بھیڑ کی سمت چلتا ہے تو پریشانیاں اس کو مزید گھیر لیتی ہیں اور یہ اپنے گھر میں بھی ہر وقت آسیب کا سایہ سمجھتا ہے۔

ان کی غزلوں کی نسبت نظموں کے فکر و خیال میں جدت ہے چونکہ نظم کے لیے ایک رعایت یہ ہے کہ اس میں ہم جس طرح کے موضوعات چاہیں شامل کر لیں اور کافی وسعت کے ساتھ ہم پوری نظم میں اپنے خیالات منضبط کر سکتے ہیں۔ صبا اکرام کہتے ہیں کہ ہم جیسے نچلے طبقے کے لوگوں کے لیے بڑے لوگوں کے ہاں کوئی جگہ نہیں ہوتی ہے وہ تو ہمیں کیڑے مکوڑوں کی طرح پاؤں میں دبوچ رکھتے ہیں اور ہمیں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان کی ایک غزل ملاحظہ ہو۔

ہر پل جو کاٹتی ہے مجھے دھار ہی تو ہے
اکرام اپنی سانس بھی تلوار ہی تو ہے
اونچی عمارتوں کے نگر میں مرے لیے
جائے پناہ سایۂ دیوار ہی تو ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

ہٹتی ہے سامنے سے مرے کب یہ دیکھیے

اپنی انا بھی راہ کی دیوار ہی تو ہے

ردّی کے بھاؤ بیچنے نکلے ہوئے ہیں لوگ

یہ زندگی بڑھا ہوا اخبار ہی تو ہے(۱۴)

صبا اکرام کی غزل کی ایک منفرد بات یہ ہے کہ انھوں نے "سورج کی صلیب" کی ہر غزل کے اختتام کے بعد بہت ہی پیارا شعر لکھتے ہیں جو غزل کے اشعار سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ قدرت سے ان کا لگاؤ اس لیے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے چڑیا، درخت، سائے، دھوپ، پانی، آسیب، خاموشی ان سب کی تکرار صبا اکرام کی غزلوں میں روح کی طرح ہے اور ان کی شاعری اس کے ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملا رہی ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ کب امیدوں کے کھیت ہرے بھرے ہوں گے کس رات سیلاب نہ آئیں گے تو یہ کھیت بچ جائیں گے۔ کچھ ان کھیتوں کو سیلاب سے بچانے کے لیے کناروں پر کھڑے تو ہیں پر پھر بھی ان کھیتوں کو سیلابی ریلے سے بچانا مشکل ہے۔ اسی طرح غم اور ناامیدی کی باتیں کرنا ان کا شیوہ ہے۔ مگر ان کی ناامیدی کے اندر میر تقی میر جیسی رجائیت بھی چھپی ہوئی ہے جو انسان کے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس کی بدولت انسانیت کا پرچار نہ ہو گا۔ ہر انسان ان کے دل کی آواز سن کر حوصلہ رکھنا چاہتا ہے اور زندگی کے دکھوں کے ساتھ مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

صبا اکرام معصوم سا دل لے کر گلی گلی پھرتے ہیں مگر ان کے دل کی آواز کو کون سنے۔ لوگوں کے دل میں تو احساس کی کمی ہو چکی ہے اور ایک مجبور انسان ان کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ صبا نے ایسے ہی جذبات کا پرچار کیا ہے جو انسان کو انسانیت نہیں سکھاتے اور وہ اپنا مردہ دل لیے پھرتے رہتے ہیں۔ لیکن ایک شاعر ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ تو ساری کائنات کے دل کے درد کو سمجھ کر اس کے لیے دوائی کا کام کرتا ہے۔

صبا اکرام کی غزل کا ہماری تہذیب سے گہرا تعلق ہے۔ چونکہ غزل یا شاعری تہذیب کی عکاس ہوتی ہے جو شاعری تہذیب کو قبول ہو وہی زیادہ پروان چڑھتی ہے۔ طارق ہاشمی لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

"اُردو تنقید نے جس صنف ادب کو مبالغے کی حد تک مگر بجا طور پر سراہا ہے وہ غزل ہے۔
کبھی تو یہ کہا گیا کہ "غزل ہماری تہذیب میں اور ہماری تہذیب غزل میں سما گئی ہے۔"(۱۵)

معاشرے میں انسان پر مختلف کیفیات طاری رہتی ہیں کبھی خوشی اس کے قدم چومتی ہیں اور کبھی غم اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ جو بھی ہو لیکن انسان کو حوصلہ مند ہونا چاہیے۔ اپنی سب خواہشات کو کنٹرول میں رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ زندگی عارضی ہے موت کبھی بھی ہمیں اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ ہم اکثر دنیا کے کاموں میں کھو جاتے ہیں اور اپنا گھر رونق سے بھرنا چاہتے ہیں۔ مگر کیا پتا یہ ساری چیزیں ہمارے لیے عارضی ہوں۔ صبا اکرام کی شاعری میں ہمیں ایسی ہی باتیں ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنا ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کا غم اپنے دل میں سمار کھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

صبا کھلونوں سے گھر کب تلک سجاؤ گے
کسی نے پوچھ لیا کچھ تو کیا بتاؤ گے
اب آؤ کرچیاں پلکوں سے تُم چُنو میری
کہا تھا میں نے کہ مت خواب سے جگاؤ گے
ہے اب تو خیر اس میں کہ پانی میں رہو
کبھی جو سطح پہ آئے تو ڈوب جاؤ گے
بکھر ہی جائے گا اک روز ریت کی صورت
کہاں تلک صبا مٹی کا تن بچاؤ گے(۱۶)

صبا اکرام کی غزل کے مجموعے "سورج کی صلیب" کے جائزے سے پتا چلتا ہے کہ صبا اکرام کوئی عام غزل گو نہیں ہیں بڑے بڑے نقادوں نے ان کی شاعری کو سراہا ہے۔ اس مجموعے میں نظمیں اور غزلیں دونوں شامل ہیں۔ البتہ ان کی گرفت نظم نگاری میں زیادہ مضبوط ہے۔ انھوں نے معاشرتی غم، تہذیب و تمدن، چور بازاری اور بے وفائی کے موضوعات کو اپنی شاعری کا جزو بنایا۔ اس کے علاوہ ان کے ہاں علامت نگاری عروج کو پہنچ گئی ہے۔ اس مجموعہ میں وہ قدرتی مناظر کی تصویر کشی کرتے ہیں اور ایک واقع دبے پاؤں ہمارے دماغ میں آن اُترتا ہے۔ جس کی بنا پر ہمارے تخیل کو ایک نئی دنیا ملتی ہے۔ ان کے ہاں کچھ علامات میرا جی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 4 No.3 2020

سے بھی مستعار لی گئی ہیں اور کچھ ان کی اپنی تخلیق کردہ ہیں۔ انھوں نے پیپل کے درخت کا استعمال بہت دفعہ کیا ہے۔ پیڑوں کو بھی بار بار لکھتے ہیں۔ ان کے شاعری کے اس پہلے مجموعے کو پڑھ کر ہی ہم صبا اکرام کی نظموں اور غزلوں کے معترف ہو جاتے ہیں۔ آپ نظم اور غزل لکھنے کا فن جانتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ خیال سہ ماہی، شمارہ ۱۹، اکتوبر تا دسمبر، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۸۷

۲۔ صبا اکرام، سورج کی صلیب، دبستان جدید، کراچی، ۱۹۸۱ء، فلیپ

۳۔ خیال، سالنامہ، شمارہ ۱۹، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۷ء، ص ۱۱۲، ۱۱۱

۴۔ صبا اکرام، سورج کی صلیب، ص ۴۱

۵۔ ایضاً، ص ۱۳

۶۔ ایضاً، ص ۱۹

۷۔ ایضاً، ص ۱۷

۸۔ ایضاً، ص ۲۲

۹۔ یضاً، ص ۱۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۷

۱۳۔ خیال، سہ ماہی، شمارہ ۱۹، اکتوبر تا دسمبر، کراچی، ۲۰۰۷ء، ص ۲۰۵

۱۴۔ صبا اکرام، سورج کی صلیب، ص ۵۰، ۴۹

۱۵۔ طارق ہاشمی، اردو غزل کی نئی تشکیل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳

۱۶۔ صبا اکرام، سورج کی صلیب، ص ۷۲، ۷۱